جناب فصیح الدین (پی ایس پی)

امریکی دانشوروں کی مولانا سمیع الحق سے ناانصافی
امریکی اداروں اور محققین کی دانستہ فاش غلطیاں

ان دنوں کئی بین الاقوامی ماہرین کی کتابیں اور رپورٹس میرے زیر مطالعہ ہیں، ان پر الگ الگ اور تجزیاتی کالم مقررہ وقت پر لکھوں گا، البتہ مشہور امریکی مفکر، دانشور، مصنف، محقق اور صحافی ڈاکٹر ڈینیل مرکی (Daniel S. Mrakey) کی تازہ ترین کتاب ''پاکستان سے نہیں جائیں گے'' (No Exit from Pakistan) سے ایک مختصر سی بات کا تجزیہ کروں گا، ڈاکٹر مرکی امریکہ کی اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں جیسے ہاپکن اور ہارورڈ سے پڑھے اور پرنسٹن میں پڑھا چکے ہیں، وہ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں ۲۰۰۳ اور ۲۰۰۷ء تک جنوبی ایشیاء کے ماہر کے طور پر کام کر چکے ہیں، امریکہ کی اعلیٰ ترین تحقیقاتی رسالوں جیسے فارن افیئر ز نیشنل انٹرسٹ، فارن پالیسی اور سیکورٹی سٹڈیز اور نیویارک ٹائمز اور واشنگٹن پوسٹ وغیرہ جیسے چوٹی کے اخبارات میں لکھتے رہے ہیں، وہ پاکستان اور افغانستان سمیت جنوبی ایشیاء کے امور کے نامی گرامی ماہر جانے جاتے ہیں، اپنی تحقیق وتصنیف کے لئے کئی بار پاکستان کا دورہ کر چکے ہیں، اور ہر خاص و عام سے ملتے رہے ہیں، امریکہ کی پالیسی سازی پر اثر انداز ہونے اعلیٰ علمی وتحقیقی ادارے کونسل فار فارن افیئر ز (CFR) جہاں سے سہ ماہی ''فارن افیئر ز'' نکلتا ہے، سے وابستہ ہیں اور ۲۰۱۰ء میں امریکہ کی افغانستان پاکستان کے لئے آزادانہ سٹریٹجک ٹاس فورس کے پراجیکٹ ڈائریکٹر رہے ہیں، میں نے اس کتاب سے قبل کونسل فار فارن افیئر ز سے ان کی شائع شدہ تحقیق (Securing Pakistan's Tribal Belt) جو پاکستانی قبائلی علاقوں کو محفوظ بنانے سے متعلق تھی پڑھی ہے، ڈاکٹر ڈینیل مرکی کا یہ تعارف اس لئے لکھا کہ قارئین کرام اس بات کو غیر اہم نہ سمجھیں کہ یہ کوئی عام امریکی مصنف ہوگا، ان کی پہنچ اور ان کی آراء دور دور تک جاتی ہیں، ان کی مذکورہ کتاب بھی کونسل فار فارن افیئر ز کی طرف سے ہے اور اسے کیمبرج یونیورسٹی

---

* ایڈیٹر ان چیف پاکستان جرنل آف کرائمنالوجی، معروف دانشور، ادیب وکالم نگار

پریس جیسے نامور اشاعتی ادارے نے شائع کیا ہے' اس کتاب میں شاید ہی کوئی ایسا صفحہ یا ایسی عبارت ہو جس کا حوالہ نہ دیا گیا ہو قطع نظر اس سے کہ وہ تحقیق یا خبر خود کس قدر وزنی یا مدلل ہے، ڈاکٹر مرکی کی علمیت یا محققانہ مقام سے انکار تو ممکن نہیں مگر پڑھتے پڑھتے میں چونک گیا کہ کیا ڈاکٹر مرکی جیسی شخصیت سے اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے جو اس نے مولانا سمیع الحق اور ان کے مدرسے ''دارالعلوم حقانیہ'' کے بارے میں لکھی ہے۔

قارئین کرام! میں اس عبارت کا من وعن اردو ترجمہ لکھ رہا ہوں جو صفحہ نمبر ۵۲ سے ماخوذ ہے۔ ڈاکٹر صاحب ممتاز قادری، جنرل حمید گل، ان کے بیٹے، لشکر طیبہ اور حافظ سعید کے بارے میں اپنی رائے دینے کے بعد لکھتے ہیں:

> ''(حافظ) سعید کے بعد دوسرا نام مولانا سمیع الحق کا تھا جن کے افغان طالبان سے روابط تاریخی ہیں ان کا مدرسہ دارالعلوم حقانیہ' افغان سرحد پر واقع ہے اور جس میں علاقے کے بدنام ترین طالبان رہنماؤں کی تربیت ہوئی ہے، حقانی نیٹ ورک جس نے افغانستان میں نیٹو مشن کو خطرے سے دوچار کیا ہے کا سربراہ جلال الدین حقانی کا نام اس مدرسے کی مناسبت سے ہے جو کئی عشرے قبل اسی مدرسے میں پڑھ چکا تھا، میڈیا اس مدرسے کو اکثر ''جہاد کی یونیورسٹی'' سے یاد کرتا ہے، کئی عشروں پر محیط اس مدرسے نے ہزاروں پاکستانیوں، افغانوں اور غیر قانونی قرار دینے سے قبل، نوجوان افراد کو پوری دنیا میں ایک پرتشدد اور مغرب مخالف عالمی نقطہ نظر کی تعلیم دی ہے۔''

غیر ملکی سفارتکار اور مبصرین کیا یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ڈاکٹر مرکی نے درست کہا ہے؟ یہی امریکی محققین کی سب سے بڑی کمزوری اور ناانصافی بھی ہے کہ وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ مولانا سمیع الحق کا ''دارالعلوم حقانیہ'' افغان سرحد پر واقع ہے یا ضلع نوشہرہ کے اکوڑہ خٹک میں اور وہ بھی سڑک کے کنارے۔ اس قدر غلط بیانی کی توقع کم از کم ڈاکٹر ڈینیئل مرکی سے نہ تھی، ان کا ہر صفحہ حوالہ جات سے بھرپور ہے، مگر اس عبارت کے لئے کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ہے، بچپن سے لے کر آج تک کم از کم میں نے تو کسی ''میڈیا'' میں یہ بات نہ پڑھی نہ سنی نہ دیکھی کہ میڈیا ''اکثر'' اس دارالعلوم کو ''جہاد کی یونیورسٹی'' قرار دے رہا ہے۔ مغربی میڈیا کا معاندانہ رویہ تو الگ بات ہے، اس بات سے قطع نظر کہ افغان روس جنگ میں مذہب کے نام پر مجاہدین کی امداد کس سپر پاور کی ضرورت تھی جس کا اعتراف خود ان کے اہل علم اور ہیلری کلنٹن تک نے کیا ہے، یہ بات صریح طور پر غلط ہے کہ ''دارالعلوم حقانیہ'' تشددانہ اور مغرب مخالف نظریہ حیات کو پوری دنیا میں پھیلا رہا ہے، ایسا الزام کسی اور جماعت یا تنظیم پر لگے تو اس کی سمجھ آتی ہے مگر ''دارالعلوم حقانیہ'' سے

برس ہا برس نکلنے والے دینی جریدے ''الحق'' نے کبھی ایسا کردار ادا نہیں کیا ہے۔مغربی طرز حیات پر تو خود اہل مغرب بھی آج کل بے تحاشا اور بڑے بے لاگ انداز سے لکھ رہے ہیں،کیا رابرٹ گیٹس (سابق امریکی وزیر دفاع) معمولی آدمی ہے جس کی کتاب ''فرض'' (DUTY) میں درجنوں ایسی باتیں ہیں جو امریکی پالیسی اور نقطہ نظر کے خلاف ہیں اور جس پر میں نے ایک گزشتہ کالم میں بھی لکھا تھا، کیا سابق امریکی صدر جمی کارٹر نے امریکی طرز زندگی اور مغربی تہذیب پر کم تنقید کی ہے جوان کی مشہور کتاب Our Endangered Values ''ہماری اقدار خطرے میں'' کی سطر سطر سے عیاں ہے۔قارئین جمی کارٹر کے بارے میں میرا کالم پڑھ سکتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ''دارالعلوم حقانیہ'' میں تشدد کی کوئی تعلیم دی جاتی ہے، ورنہ ہمارے چھوٹے سے گاؤں تخت بھائی میں درجنوں ''حقانی'' فاضلین تخت بھائی کے گلی کوچوں میں تشدد کا بازار گرم کر چکے ہوتے۔ قارئین کرام! یہاں پر ڈاکٹر مرکی کی واقعاتی غلطیوں کی نشاندی کے علاوہ اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ مولانا سمیع الحق صاحب حافظ سعید کے بعد دوسرے نمبر پر نہیں آتے بلکہ ان کا شمار صف اول کے مذہبی اور سیاسی قائدین میں ہوتا ہے۔ وہ ایک عالم دین، ایک صاحب قلم ایک صاحب دل ایک منکسر المزاج انسان اور ایک معاملہ فہم مدبر بھی ہیں، ان کا شمار مولانا تقی عثمانی جیسی شخصیات کی صف میں ہونا چاہیے تھا، اگر چہ اس کالم کا مقصد حضرت مولانا کی خوبیاں گنوانا نہیں کہ ہر خاص وعام کو معلوم ہیں اور میرے مہربان صاحب قلم عالم دین مولانا عبدالقیوم حقانی تو ہر وقت ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں اور جب بھی ان سے ملاقات ہو تو مولانا صاحب کا تذکرہ چھیڑتے ہیں، اس کالم کا مقصد صرف اس بات کی نشاندہی کرنا ہے کہ امریکی علمی ادارے اور صف اول کے محققین بھی ایسی فاش غلطیاں کر سکتے ہیں، میں نے امریکہ اور یورپ میں اپنے سینکڑوں دانشور دوست احباب اور بڑے بڑے مفکرین جن سے میری ذاتی اور علمی روابط ہیں، کی اس جانب توجہ دلائی ہے۔ چند ایک نے تو انتہائی حیرت اور افسوس کا اظہار کیا ہے کہ یہ تو فارن افیئرز کونسل اور کیمبرج یونیورسٹی پریس کے علاوہ خود ڈاکٹر ڈینئل مرکی کے لئے سخت علمی بے اعتمادی کا سبب ہے' یہاں یہ بھی ذکر کروں کہ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ایسا کوئی ادارہ نہیں ہے جو اس قسم کی غلطیوں پر گرفت کر سکے۔ مجھے ایسا ادارہ بنانے کے لئے عوام سے مدد ملی نہ حکومت سے، این جی اوز بے چارے تو اپنی روٹی روزی کمانے میں لگے ہوتے ہیں' ان کا علم اور تحقیق سے کیا کام؟ اس کالم کی مناسبت سے دو واقعات اور بھی عرض کرتا ہوں۔ ناروے میں ایک پاکستانی خاتون محققہ فرحت تاج صاحبہ ۱۰۔۲۰۰۹ء میں ''دی نیوز'' میں اکثر کالم لکھتی ہیں، موصوفہ طالبان اور فاٹا کے موضوعات سے کم ہی باہر نکلتی تھیں، ایک بار میں نے ان کو لکھا کہ آپ بار بار لکھتی ہیں کہ میران شاہ میں

فرنٹیئر کانسٹیبلری (FC) کے قلعے کے پاس ہی حقانی نیٹ ورک کے اڈے ہیں جبکہ فرنٹیئر کانسٹیبلری اور فرنٹیئر کور میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ فرنٹیئر کانسٹیبلری کے پاس فاٹا میں قانونی جواز نہیں ہے۔ یہ ایک بالکل الگ فورس ہے، موصوفہ جب پاکستان آئیں تو مجھ سے ملنے پشاور آئیں، معلوم ہوا کہ کوہاٹ سے تعلق ہے مگر فاٹا یا میران شاہ کو خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ کیا یہ تماشا نہیں کہ آکسفورڈ کے ایک پروفیسر نے اپنی ایک مایہ ناز کتاب میں بے نظیر بھٹو کو پاکستان کا صدر لکھا تھا، میری نشاندہی پر کہا کہ اگلی بار تصحیح کروں گا۔

البتہ وہ بہت بڑے پروفیسر اور محقق ہیں اور غالباً ان کو سہو ہوا تھا، البتہ ڈاکٹر ڈینئل مرکی سے سہو ہونے میں مجھے شک ہے اس کو اردو میں ڈنڈی مارنا کہتے ہیں۔ چلتے چلتے سب سے شریف النفس آدمی پروار کر گئے۔ لوگ تو اپنے نمبر بنا رہے ہیں مگر امید کی ایک کرن مولانا ہی کی بدولت نمودار ہوئی ہے۔ یہ بہاریں یہ سماں ایک شخصیت کے دم سے بھی ہے جن کے آتش نوا قلم مولانا مودودی کے قلم کا نمونہ ہے جن کا اسلوب و انداز تحریر مولانا مودودیؒ کی تحریر کی طرح حریر و زمھریر اور جن کی شخصیت مولانا کی شخصیت کی طرح بحر سکوت و تحسین شناس گویا بقول اقبال با اضطراب موج سکون گہر بدہ۔ کی مثال۔ آسٹریلیا کے پروفیسر پیٹر گیبوسکی نے ۲۰۰۹ء میں جبکہ ہم مکاؤ (چین) میں ''ایشیئن سوسائٹی آف کریمنالوجی'' کے تاسیسی اجلاس منعقد کرا رہے تھے، نے اپنی تقریر میں کہا کہ ''ہمارے بعض محققین ایشیاء سے سخت ناواقف ہیں مثلاً فلاں مصنف نے ۹/۱۱ کے بعد امریکہ اور مغرب کو مشورہ دیا تھا کہ وہ زمینی اور فضائی فوجوں کے ساتھ ساتھ بحری بیڑے بھی روانہ کریں تاکہ طالبان کہیں سمندری راستے افغانستان سے بھاگ نہ جائیں''

واضح رہے کہ مغرب میں سب کچھ برا بھی نہیں ہے۔ مغربی حکومتوں، اداروں اور عوام میں بھی اکثر ایسا ہی فرق نظر آتا ہے جیسے ہمارے ہاں مغرب میں ایک بہت بڑا حق گو طبقہ بھی موجود ہے۔ افسوس کہ ہمارے دانشوروں اور اداروں کا ایسے حق پرست اور حق گو افراد تک رسائی حاصل نہیں، بہرحال امریکی دانشور کی مولانا سمیع الحق صاحب جیسی علمی و فکری شخصیت اور صلح جو انسان کے بارے میں مذکورہ رائے انتہائی غلط اور نازیبا ہے، دارالعلوم حقانیہ جیسی علمی درس گاہ کے بارے میں بھی ان کی رائے غریب اساتذہ اور نادار طلباء کی دل آزادی کا سبب ہے، میری کوشش ہوگی کہ ڈاکٹر ڈینئل مرکی اپنے آئندہ کے ایڈیشن میں اس کی تلافی کریں، نام اللہ کا۔

نوٹ: میرے ای میل پر ڈاکٹر ڈینئل مرکی نے جواباً لکھا ہے کہ واقعی یہ غلطی ہوئی ہے اور آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کروں گا۔ اس اصلاح پر ان کا پیشگی شکریہ ادا کرتا ہوں)